مقامِ ولایت

تصنیف لطیف

سید ابو الحقائق نظامی

آستانہ بیت الامان گنج شریف مغلپورہ لاہور

یکے از مطبوعاتِ ذکر و فکر

گذارش

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اِس پُرآشوب دور میں مذہب سے دُوری اور گمراہی کی وجوہات میں سے ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ عوام اولیا اللہ کے مقامات سے آگاہ نہیں ہیں۔ اور ایک طبقہ اِس کمزوری سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے سادہ لوح لوگوں کو اولیا کرامؒ کی بارگاہوں سے دور کر کے گمراہی کے سمندر میں دھکیل رہا ہے۔ چنانچہ اِس خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے میرے آقا و مولا ابوالحقائق الحاج پیر سیّد **امانت علیشاہ** صاحب چشتی نظامی دامت برکاتہم العالیہ نے کئی بار جمعہ میں خطبہ دیا اور اولیا اللہؒ کے مقامات کو سمجھایا۔ بابو محمد لطیف صاحب گڑھی شاہو والے اور بابو غلام علی صاحب اکاؤنٹنٹ مقیم گنج مغلپورہ نے اِن دو خطبات کے شائع کروانے کا مشورہ دیا اور اپنی مالی خدمات پیش کیں جس کی بدولت یہ ایمان افروز خطبات شائع ہو کر آپ تک پہنچ گئے ہیں مطالعہ فرما کر دولتِ ایمان و عرفان حاصل کریں اور اپنی دعاؤں میں اشاعت کروانے والے اِن محسنوں کو یاد رکھیں فقط والسلام۔

خادم سیّد محمد اشرف بخاری چشتی نظامی غفرلہٗ
آستانہ بیت الامان گنج شریف مغلپورہ لاہور

خطبہ جمعہ مورخہ 5.8.1966 مطابق ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ پ ع -

میرے بزرگانِ محترم! یہ وہی آیہ کریمہ ہے جو متواتر اور مسلسل تلاوت کی جارہی ہے۔ اور اس آیۂ کریمہ میں سے وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ کے تحت بیان ہو رہا ہے۔ یہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ اس مہینے کا تعلق حضرت محبوبِ سبحانی غوث صمدانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ کی ذاتِ پاک کیساتھ ہے۔ مزید برآں اس مہینے کی ایک اور بھی عظمت ہے وہ یہ کہ پچھلے جمعہ حضور غوث پاک رضؓ کا دن تھا جسے گیارھویں شریف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور آج سترھویں شریف حضرت محبوبِ الٰہی رحؒ کے وصال کا دن ہے۔ پچھلا جمعہ محبوب سبحانی رضؓ کے ساتھ تعلق رکھتا تھا اور یہ جمعہ حضرت محبوب الٰہی رضؓ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ یہ مہینہ دو اللہ کے محبوبوں کی نسبت سے بزرگی اور عظمت رکھتا ہے۔ حضور سرکارِ مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں اولیاء اللہ کی جماعت میں یہ دو ہی محبوب گذرے ہیں۔ ایک محبوب الٰہی رضؓ

اور ایک محبوبِ سبحانی رضی اللہ عنہ۔ اور دونوں کے مقام بہت بلند ہیں۔ میں نے پچھلے جمعے بھی عرض کیا تھا کہ اِن بزرگوں کی نسبت سے یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ اِس مہینے میں ولی کا مقام ہی سمجھایا جائے۔ اور اِس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی جائے کہ اولیا اللہ کوئی تصرف نہیں کرتے۔ کوئی مدد نہیں کرتے۔ اولیا اللہ کی حیات بعد از ممات ماننا شرک ہے۔ اولیا اللہ کسی کی مدد کو پہنچتے ہیں یہ شرک ہے علیٰ ہٰذا القیاس۔ یہ جتنے بھی عقائد ہیں جو اولیا اللہ کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں اُنہیں شرک کہا گیا۔ اور یہ کوشش کی گئی کہ ہمیں اولیا اللہ سے دُور کر دیا جائے اور میرے خیال میں مسلمانوں کو مذہب سے دُور کرنا رُوحانیت سے دُور کرنا اور اصل مذہب سے دُور کرنا اِسی میں پنہاں ہے۔ اور یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ کسی دشمن کا کام ہے اور مذہب کے رنگ میں کوئی دشمن آیا ہے۔ میرے دوستو! میں نے پچھلے جمعے بھی عرض کیا تھا کہ ہم سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں۔ فلسفے علم اور عقل کی طرف نہیں جاتے ہیں۔ مگر جو قرآنِ پاک نے کہا ہے اُس کو ماننے پر مجبور ہیں۔ اُس کے مطابق عقیدے کو ڈھالنا ضروری ہے۔ مولا تعالےٰ نے اپنے بندوں کو یہ تصرف عطا فرمایا ہے، قدرت عطا فرمائی ہے۔ یوں سمجھنا چاہیئے کہ حضور سرکارِ مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اپنے بندوں کے سُننے کو اپنا سننا فرمایا۔ دیکھنے کو اپنا دیکھنا فرمایا۔ بولنے کو

اپنا بولنا فرمایا۔ پکڑنے کا کہنا پکڑنا فرمایا۔ یہ کون کہہ رہے ہیں؟ یہ حضور سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ فرمائی کہ جب کوئی نوافل سے قرب حاصل کرتا ہے تو اُس کا یہ مقام ہو جاتا ہے۔ تو یہ خدا کا بندے سے ایک قرب ہے۔ میں بہت دفعہ کہہ چکا ہوں آپ کو یاد بھی ہوگا کہ قرب کہتے ہیں دو چیزوں کا باہمی قریب ہو جانا۔ اور حدیث پاک میں حضور نے یہ ارشاد فرمایا کہ قرب نوافل سے ہے یعنی جو نوافل سے ذاتِ باری تعالیٰ کا قرب تلاش کرتا ہے۔ اُس کو جب قرب حاصل ہو جائے اور یہ مقام حاصل ہو جائے تو اُس کا دیکھنا، چلنا، پھرنا، بولنا، سننا، پکڑنا خدا کا ہو جاتا ہے۔ بظاہر بندہ معلوم ہوتا ہے مگر صفات خُدا کی ہو جاتی ہیں۔ جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو پھر یہ سمجھنا کوئی مشکل نہیں کہ بندے کا قرب ذات کیساتھ ہے۔ مگر یہاں یہ قرب کچھ ایسا قرب ہے کہ اگر دونوں کو مان لیا جائے کہ بندہ بھی ہے اور خدا بھی ہے تو شریعت نے اسے شرک قرار دیا ہے۔ بندہ اور خُدا دونوں ہیں اور ان میں قرب ہے۔ ایسا قرب ماننا شرک ہے۔ بندہ اور خُدا ملیں گے تو حلول و اتحاد ہوگا۔ اگر کوئی یہ مان لے کہ بندہ بھی ہے اور ذات قریب ہو گئی ہے تو یہ بھی شرک ہوگا۔ "شرک بہت بڑا ظلم ہے" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میں مشرک کو ہرگز نہیں بخشوں گا اس کے علاوہ جس کو چاہوں بخش دوں۔ جب حلول و اتحاد شرک ہے تو جو بھی بندہ اور خدا دونوں کو مان لے وُہ مشرک ہوگا۔ دونوں میں سے ایک کو ماننا

پڑے گا۔ ایک کی نفی کرنا پڑیگی۔ تو پھر بندے کی نفی ہوگی۔ خُدا کی نفی تو ہو نہیں سکتی۔ تو پھر اس کا یہ معنیٰ ہوا کہ بندے کی نفی کرو حق کا اثبات مان لو۔ لاالٰہ الااللہ کا معنیٰ ظاہر ہوگیا۔ مَیں نہیں ہوں خُدا ہے۔ اِس قرب کا یہ نتیجہ نکلا کہ ذاتِ باری تعالیٰ سُنتے ہیں مگر ایسے نہیں کہ بندہ بھی سُنتا ہے اور خُدا بھی سُنتا ہے۔ بلکہ ایسے ہے کہ جہاں وُہ سُنتا ہے خُدا ہی سُنتا ہے بندہ نہیں سُنتا۔ جہاں وہ بولتا ہے خُدا بولتا ہے بندہ نہیں۔ جہاں وُہ دیکھتا ہے خُدا دیکھتا ہے بندہ نہیں۔ البتہ ایک شک پیدا ہوتا ہے اور خاص طور پر گستاخ کو شک ہُوا کہ دیکھنے کو کان ناک ہاتھ مُنہ چہرہ اور سب اعضا بندے کے ہیں چلتا پھرتا نظر آرہا ہے۔ اِس کو بندہ کیوں نہ مانا جائے۔ مگر ذاتِ باری تعالیٰ نے ہمیں پہلے ہی سمجھا دیا ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔ صاف صاف ارشاد فرمایا ہے کہ موسیٰؑ نے آگ دیکھی اور آگ دیکھ کر قریب گئے گھر والوں کو یہ کہہ کر گئے کہ مَیں آگ لے آؤں اور راستے کا پتہ لاؤں۔ یہ صاف اِس امر کی دلیل ہے کہ آگ دیکھ کر گئے اور عبارت صاف ہے۔ کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ آگ کے پاس آگ ہی دیکھ کر گئے۔ جب قریب گئے تو آواز آئی مَیں تیرا رب ہوں جوتیاں پیچھے اُتار کر آؤ یہ مقدس وادی ہے۔ کیا ذاتِ باری تعالیٰ آگ میں آگریا آگ میں سما کر فرما رہے ہیں؟ آگ میں بیٹھ کر یا اُس میں سما کر فرما رہے ہیں؟ ایسے نہیں۔ یہ تو شریعت نے منع

فرما دیا ہے کہ ذات کا کسی چیز میں سرایت کرنا یا سمانا شرک ہے۔ تو پھر آگ کی صورت میں خود جلوہ گری فرمائی ہے۔ آگ کی صورت میں ذاتِ باری تعالیٰ جلوہ گر ہوں تو موسیٰؑ مان لیں۔ تو جب بندے کی صورت میں جلوہ گری ہو تو ماننا کیوں جرم ہے! اس مقام پر محمود شبستریؒ نے تڑپ کر فرمایا ہے ؎

روا باشد انا الحق از درختے

چرا نبود روا از نیک بختے

جب آگ اور درخت کی صورت میں ذاتِ باری تعالیٰ متجلّی ہو سکتے ہیں تو پھر بندے کی صورت میں کیوں نہیں ہو سکتے۔ غوث پاکؓ کی صورت میں متجلّی ہو سکتے ہیں۔ محبوب الٰہیؒ کی صورت میں متجلّی ہو سکتے ہیں۔ جب وہ اس صورت میں متجلّی ہو کر آیا تو کہہ اٹھا۔

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَیْتٍ

لَقَامَ بِقُدْرَۃِ الْمَوْلیٰ تَعَالیٰ

اگر میرا بھید مردوں پر کھل جائے تو مردے زندہ ہو جائیں۔ جب وہ صورت اس مقام کی حامل ہوئی جسے عبدالقادر کی صورت کہا جاتا ہے۔ جب وہ تجلی اس صورت میں آئی تو اس صورت میں آکر کہا۔ "لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ اِلَّا اللہ" میرے جبّے میں خدا کے سوا کوئی نہیں۔ اُس تجلی نے اس صورت میں آکر کہا۔

نَظَرْتُ اِلیٰ بِلَادِ اللہِ جَمْعًا ــــ کَخَرْدِلَۃٍ عَلیٰ حُکْمِ اتِّصَالِیْ

کیسے تعجب کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور انکار کر کے خوش ہوتے ہیں کہ بارہ برس کا ڈوبا ہوا بیڑا کیسے نکال دیا۔ اگر اُس کو بندے کا کارنامہ قرار دیا جائے تو شک ہو سکتا ہے اور اگر خُدا کا کارنامہ قرار دیا جائے تو شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ جب غوث پاکؒ کا یہ مقام ہے کہ ذات خود تجلّی فرمائیں تو پھر بارہ برس کیا سئو برس کا ڈوبا ہوا بیڑا بھی نکل سکتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ جب تمام صفات خدا کی بندے میں متجلّی ہوں تو دیکھنے میں بندے کے مُنہ سے نکلتا ہے مگر حقیقت میں وُہ خُدا کا بولنا ہوتا ہے۔ جیسے رُومیؒ نے فرمایا ہے ؎

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

پھر فرمایا ؎

اَولیا اَللہُ اَللہُ اَولیا ___ ہیچ فرقے درمیاں نبود روا

فرق تو تب ہو کہ جب بندہ بھی باقی رہے۔ جب خُدا کی تجلّی ہو تو بندہ رہ ہی نہیں سکتا اس لئے رُومی نے ارشاد فرمایا ؎

اَولیا را ہست قدرت از اِلٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ

اِس کا یہ معنیٰ ہوا کہ جب ذاتِ باری تعالیٰ اولیا اللہ میں جلوہ گری فرماتی

جب ایک صورت میں رب سرتاپا ظاہر ہوتا ہے۔ جب آگ کی صورت میں سرتاپا ظاہر ہو سکتا ہے تو بندے کی صورت میں سرتاپا ظاہر کیوں نہیں ہو سکتا۔ ایک ولی کو سرتاپا دیکھنا کیا ہے؟ خُدا کو دیکھنا ہے۔۔ فرمایا ہے کہ جب بیت اللہ پر پہلی نظر جاتی ہے تو تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور ایسے ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہو۔ جب خُدا کے گھر کی طرف دیکھو تو کوئی گناہ باقی نہ رہے تو جب خُدا کو دیکھو تو پھر؟ جب سرتاپا وہی نظر آئے تو دیکھ کر کوئی گناہ باقی رہ سکتا ہے؟ میرے دوستو! اولیا اللہ کیا ہے؟ ولی کسے کہتے ہیں؟ اتنا نہیں کہ بندہ ہے۔ بلکہ اُس کا دیکھنا۔ سُننا۔ بولنا سب خُدا کا ہے۔ کہتے ہیں ایسا ماننا شرک ہے۔ اب دیکھیئے جو ماننا ہو مان لو۔ شرک کرو گے تو بخشش نہیں۔ پھر شرک سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ ایسے ہی بچ سکتے ہیں کہ بندے کو نہ مانو خُدا کو مان لو۔ اور پھر میں ایک بات کہوں؟ بندے کیلئے خُدا بننا محال ہے مگر خُدا کو بندے کی صورت میں آنا محال نہیں۔ بلکہ یہ اُس کا کمال ہے۔ شیخ الاکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں "بندہ بن خُدا نہ بن اگر تو خُدا بنے گا تو حقوق ادا کرنے پڑیں گے" وہ جلوہ گر تو اِس صورت میں ہے مگر ظاہر ہونے والا کہتا ہے کہ میں بندہ ہوں۔ سرتاپا وُہی ہے مگر دعوئے بندہ ہونے کا ہو رہا ہے۔ اقبال اِس مقام پر

تڑپ گیا اور فرمایا ؎

متاعِ بے بہا ہے دردو سوزِ آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

اِس لئے بندگی کے مقام میں رہے کہ اِس میں ذوق اور ہے ورنہ وہ جلوہ گر ہو۔ دیکھنا۔ بولنا۔ سُننا اُس کا ہو۔ پکڑنا اُس کا ہو۔ پھر اُس کی بولی ہو۔ ہر ادا اُس کی ہو اور پھر کہے اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ یہ جو عبدیت کا مقام ہے اِس میں ذوق ہے۔ یہ مقام عبدیت کا اختیار کیا گیا ہے۔ ورنہ جہاں وہ ہے وہاں غیر سما ہی نہیں سکتا۔ اگر مان لیا جائے تو شرک ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ شرک سے بچنے کے لئے یہ کہو گے کہ صرف اتنا ماننا ہے کہ وہی اِس صورت میں ہے جیسے آگ اور درخت کی صورت میں وُہ خود ہے۔ جب وہ بندے کی صورت میں جلوہ جلوہ گری کرتا ہے تو دیکھنے میں بندہ ہوتا ہے۔ حقیقت میں وہی ہوتا ہے۔ اگر یہ مضمون سمجھ میں آگیا ہے تو ولی کی شان سمجھ میں آگئی۔ ولایت کا مقام اُسے حاصل ہوتا ہے جسے قرب حاصل ہو اُس کو قرب ہرگز حاصل نہ ہوگا جو عرش پر خُدا کو مان کر سجدہ کرتا رہے۔ اُسے قرب کیسے حاصل ہو سکتا ہے عرش والے خُدا کا قرب ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر کوئی خُدا کو بے صورت اور بے حد مان کر عبادت کرتا رہے اُس کو قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بے صورتی اور بے حدی میں ذات کا قرب ہو ہی نہیں سکتا۔ جو چیز بے صورتی کے قریب

ہو گئی وہ بھی بے صورت ہو گئی۔ قرب ایسے ہے کہ وہ بے صورتی صورت میں آ جائے اور پھر صورت کو اُس بے صورتی کی پہچان اور معرفت حاصل ہو جائے اور پھر صورت بے صورتی کی طرف کسی مُرشدِ کامل کی مدد سے منزلیں طے کرے اور جب صورت بے صورتی میں فنا ہو تو پھر ایسا ہو کہ صورت نہ رہے۔ حضور سرکارِ مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا۔ اِن سے زیادہ کسی کو معراج ہو سکتا ہے ؟ کسی کو نہیں۔ اُسی مقام پر بھی مفسرین نے کہا ہے کہ ایک طرف سے انوارِ محمدیہ نے عروج کیا۔ جب وہ ملے تو ایسا نہیں کہ انوارِ محمدیہ انوارِ الٰہی میں گم ہو گئے بلکہ ایسے مل گئے جیسے دو کمانوں کے گوشے۔ مولا تعالیٰ نے فرمایا۔ میں نے اُس مقام پر بھی اپنے بندے کو اپنی باتوں سے نوازا۔ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی۔ اِس مقام کو بھی عبدیت کہا گیا ہے۔ اِس مقام پر دوئی نہیں۔ اور عبدیت کا وہ مقام ہے کہ ذات عبدیت کے مقام پر ہے۔ تو قرب اُس کو کہتے ہیں کہ بے صورتی عبدیت میں آئے۔ اور پھر صورت پہ وہ راز کُھل جائے کہ مَیں کیا ہوں جب یہ حقیقت صورت پر کُھل جائے تو یہ مرشدِ کامل کی مدد سے ہی کُھل سکتی ہے۔ کسی محنت شاقہ سے نہیں۔ نہ تمام برس کی عبادت سے۔ نہ وظائف سے۔ نہ اشغال سے اور نہ سلطان الاذکار سے کُھل سکتی ہے خُدا کی قسم اگر کُھل سکتی ہے تو پیر و مرشد کے ارشاد سے کُھل سکتی ہے۔ جب بے صورتی کا راز صورت پر کُھلتا ہے تو وہ اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّکَ کہہ اُٹھا۔ اور جب

دستِ مصطفٰے پر یدُ اللہ کا راز کھُلا تو حضورؐ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہو گیا۔ دیکھنے میں آدمی کا ہاتھ رہا مگر راز کیا کھُلا کہ خدا کا ہاتھ ہے۔ جب زبان کا راز کھُلا تو فرمایا میرے محبوب کا بولنا میرا بولنا ہے۔ مقام تو یہی ہے کہ بظاہر وہ صورت نظر آئے اور حقیقت میں وہی ہو۔ کوئی ایسا وزیر ہے جس کو اپنے مقام کا پتہ نہ ہو؟ کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ صدر کو اپنا اختیار اور مقام معلوم نہ ہو۔ وزیر پر جب تک وزارت کا مقام کھُل نہ جائے وُہ وزیر نہیں۔ صدر پر جب تک مقام صدرات کا کھُل نہ جائے وُہ کیا صدر ہے؟ ادنٰی سے ادنٰی مقام کیوں نہ ہو جب تک مقام نہ کھُلے وُہ صاحبِ مقام کیسے ہو سکتا ہے۔ پٹواری پر جب تک اپنا مقام واضح نہ ہو وہ پٹواری نہیں۔ تو میرے دوستو! اُس کی ادائیں تو خدا کی ادائیں ہوں۔ بولنا خدا کا ہو۔ تو کہیئے اُس پر راز کھُلا ہو گا کہ نہیں۔ جس کا دیکھنا خُدا کا دیکھنا ہو جائے اُس پر اُس کا مقام کھُلے گا یا نہیں؟ خُدا کا پکڑنا ہو جائے مقام کھُلے گا یا نہیں؟ تو میرے دوستو! جب بظاہر اپنی صورت کو دیکھیگا تو یہ نہیں کہے گا کہ یہ صورت تو ہے مگر یہ سب مقامات اُس کے نہیں۔ چاہے وہ صورت میں آئے۔ یہی تو افضل مقام ہے کہ آنا صورت میں مگر مقام ذات کے۔ اگر ذات، ذات ہو کر ظاہر ہو تو کوئی ایسا فلسفی ہے؟ منطقی ہے؟ جو ہمیں سمجھا سکتا ہو کہ وہ بے صورت بھی رہے اور پھر بے صورتی میں ظاہر بھی ہو جائے۔ تو کیا وہ اِس طرح ظاہر ہو سکتا ہے؟

جب بھی اُس نے ظاہر ہونا ہو گا تو صورت میں آئیگا۔ بے صورتی کو علم ہے کہ میں صورت میں آیا ہوں۔ قرب تب ہوتا ہے مقام تو تب ملتا ہے کہ جب صورت کو پتہ لگ جائے کہ میں کیا ہوں۔ یہ مُرشد کامل کے بتانے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ یہی سلوک ہے۔ بیصورتی کا صورت میں آنا اور پھر صورت کا بے صورتی کی طرف جانا یہی سلوک ہے۔ برف جب تک یہ نہ دیکھے کہ مَیں پانی ہوں مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب یہ دیکھ لیا کہ میں پانی ہوں تو اُس کا مقام بدل گیا۔ دیکھنے میں وہ برف کی صورت میں ہے مگر مقام کھُل جانے کی وجہ سے پکار اُٹھی کہ میں پانی ہوں۔ جنس غیر جنس میں نہیں سما سکتی۔ قرب تو تب ہی ہو سکتا ہے کہ غیر نہ ہو۔ دیکھنے والا برف کی صورت میں دیکھتا ہے۔ صفات پانی کی طرح نہیں ہیں۔ اگر کسی مُرشد کامل کی مدد سے برف پر حقیقت کھُل جائے تو وُہ عارف ہے۔ چاہے صورت رہے مگر برف پانی کا جنس ہو گی۔ فنک تو تب ہو سکتا ہے کہ اگر دو الگ الگ ہوں۔ جب برف ہے ہی پانی تو جنس دو ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اوّل آخر ظاہر باطن پانی ہی ہے۔ برف تو ہے ہی نہیں۔ پانی کے جمود کا نام برف ہے۔ اگر مُرشد کامل کی مہربانی سے کسی صورت پر یہ راز کھُل جائے کہ میرا ظاہر باطن وہی ہے تو چاہے آدمی

کی صورت میں نظر آئے مگر اُس کی حقیقت اُس پر ظاہر ہو چکی ہے اور اصل کی طرف جانا آسان ہو گیا ہے۔ پیرِ کامل کا یہ کام نہیں کہ لاکھ تسبیح کا چلہ بتا دے۔ لمبی لمبی نمازیں بتا دے یا بڑے بڑے اشغال بتا دے بلکہ مُرشد کامل کا کام معرفت بتا دینا ہے۔ اور پہلا کام یہی ہے جب یہ پتہ لگ جائے کہ تُو کون ہے تو پھر خدا کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ وُہ کسی تلاش میں آ ہی نہیں سکتا۔ تلاش تو صرف اتنی ہے کہ تُو کون ہے۔ جب پتہ چلا تو کھلا کہ اول آخر ظاہر باطن وہی ہے۔ جس پر کامل طور پر یہ مرتبہ کھُلا اُسے محبوب الہٰیؒ کہتے ہیں۔ داتا گنج بخشؒ کہتے ہیں۔ بابا فرید گنجشکرؒ کہتے ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کہتے ہیں۔ شور مچانا مراد نہیں بلکہ جب کسی نے سمجھ لیا کہ لا الہ الا اللہ کیا ہے۔ تو یہ سمجھ کر آنکھ بند کر کے بیٹھ جانا مراد ہے۔ جب مان لیا یقین ہو گیا تو مراقبہ کر کے بیٹھ گیا کہ میں نہیں ہوں۔ اور جب تک تکمیل نہ ہو بڑی احتیاط اور ہوش کی ضرورت ہے۔ اسی لئے تو احمد جامؒ نے فرمایا ہے ؎

احمدا تا گم نہ گردی ہوش دار
ایں جرس از کاروانے دیگر است

جن کا آج دن ہے حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ۔ محفلِ سماع ہے اور آپ تشریف فرما ہیں۔ سماع ہو رہی ہے آپ نے کیفیت میں فرمایا۔

ہم دھوبی کے لڑکے جیسے بھی نہیں۔" مریدوں نے عرض کی کہ وہ دھوبی کے لڑکے کی کیا بات ہے۔ فرمایا ایک دھوبی کا لڑکا شہزادی پر عاشق ہو گیا۔ دھوبن شہزادی کے کپڑے دھویا کرتی تھی۔ اور اپنے لڑکے سے شہزادی کے حُسن کی تعریف کیا کرتی تھی۔ وہ باتیں سُن سُن کر عاشق ہو گیا۔ دھوبن گھبرائی کہ اگر پتہ لگ گیا تو خُدا جانے بادشاہ کیا سزا دے۔ اِس خوف کی وجہ سے کسی سے اُس کا علاج پُوچھا تو کسی نے اُس کو بتایا کہ تُو کسی دن کہہ دے کہ شہزادی بیمار ہے۔ اور پھر چند دن بعد کہہ دینا کہ مر گئی ہے۔ شہزادی کے مرنے کے بعد اُس کا عشق ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ دھوبن نے ایسا ہی کیا مگر جب لڑکے نے یہ سُنا کہ شہزادی مر گئی ہے تو ایک سرد آہ بھری اور مر گیا۔ دھوبن پریشان ہوئی مگر کیا ہو سکتا تھا۔ کفن دفن کر کے فارغ ہوئی کپڑے استری کئے اور لے کر محل میں چلی گئی شہزادی نے کپڑے دیکھے تو کہا کہ آج کیا کپڑوں سے محبت کی بُو نہیں آتی۔ دھوبن گھبرائی شہزادی نے پُوچھا "کیا راز ہے؟" دھوبن نے کہا کہ اگر جان بخشی ہو تو عرض کر دوں۔ شہزادی نے کہا ہاں! صاف صاف بتاؤ۔ دھوبن نے کہا کہ میں تمہارے حُسن کی تعریفیں اپنے لڑکے سے کیا کرتی تھی وہ سُن سُن کر آپ پر عاشق ہو گیا ——

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

میں نے داناؤں سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔ تو انہوں نے یہ مشورہ دیا۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ مگر جونہی اُس نے یہ سُنا کہ شہزادی مر گئی ہے۔ ایک آہ سرد بھری اور مر گیا۔ دفن کر دیا گیا ہے۔ وہ محبت سے تمہارے کپڑے دھویا کرتا تھا۔ یہ بات ہے۔ اِس لئے کپڑوں سے محبت کی بُو نہیں آئی۔ شہزادی کی محبت بھی جاگ اُٹھی۔ ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کین دولت از گفتار خیزد

شہزادی نے کہا کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ تُو مجھے اُس کی قبر پر لے چلے دھوبن رات کے وقت شہزادی کو قبر پر لے گئی۔ شہزادی نے قبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ اگر تو میرا سچا عاشق ہے تو کوئی ثبوت دے یہ سُنتے ہی قبر پھٹ گئی۔ شہزادی اُس میں کُود پڑی اور قبر پھر بند ہو گئی۔ دھوبن گھبرائی۔ حالات بادشاہ کے کانوں تک پہنچے۔ بادشاہ نے حُکم دیا کہ قبر کو کھود دو۔ جب قبر کو کھودا گیا تو قبر سے دو کی بجائے ایک نکلا۔ اِس لئے میں نے کہا ہے۔ کہ ہم تو دھوبی کے لڑکے جیسے بھی نہ ہوئے۔ وُہ تو دو سے ایک ہو گیا۔ مگر ہمیں

ایک ہونا نہیں آیا۔ ایک ایسے ہو سکتا ہے۔ رُومیؒ نے فرمایا ہے

چیست توحید، خُدا آموختن

خویشتن راپیش واحد سوختن

ایک دن حضرت خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ نے جن کا آج دن ہے فرمایا کہ مجھے ایک دن خُدا نے کہا کہ تُو عاشق بننا چاہتا ہے یا محبوب؟ میں نے ذاتِ باری تعالیٰ سے عرض کی کہ آپ ہی بتا دیں۔ فرمایا تُو فلاں بھٹیارن کے پاس چلا جا وہاں ایک مست آگ جھونک رہا ہو گا۔ اُس سے پُوچھ لینا۔ خُدا خود بھی بتا سکتا تھا مگر فرمایا کہ فلاں مست کے پاس جاؤ۔ چنانچہ میں گیا اور پُوچھا تو اُس نے کہا کہ کل آنا۔ اگلے دن میں گیا تو وُہ وہاں موجود نہ تھے۔ مَیں نے بھٹیارن سے پُوچھا تو اُس نے بتایا کہ فلاں خندق میں لاش پڑی ہے وُہ کسی جُرم میں قتل کر دیئے گئے ہیں۔ مَیں نے خندق پر جا کر سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ تیرا وعدہ تھا کہ کل بتاؤ نگا تو آج یہ کیا حال ہے؟ لاش سے آواز آئی کہ تیرے سوال کا جواب یہی تو ہے۔ کہ جو عاشق بنتے ہیں اُن کا یہی حال ہوتا ہے۔ بہرحال آپ نے ذاتِ باری تعالیٰ سے عرض کی کہ مَیں محبوب بننا چاہتا ہوں۔ اس فقیر کا سلسلہ چشتی نظامیہ ہے۔ یہ سلسلہ بھی بابا فرید گنج شکرؒ سے ملتا ہے اور سلسلہ چشتی

صابری بھی بابا فرید گنج شکرؒ سے ملتا ہے۔ یعنی ایک سلسلہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ سے ملتا ہے۔ اور ایک سلسلہ علی احمد صابر کلیریؒ سے ملتا ہے۔ ایک سلسلہ چشتی نظامی ہے۔ اور ایک چشتی صابری۔ اولیاءاللہ میں دو ہی محبوب ہیں۔ ایک محبوب الٰہیؒ اور ایک محبوب سبحانیؒ اِن دونوں محبوبوں کے ساتھ اِس مہینے کی نسبت ہے۔ تو بتاؤ پھر اِس مہینے کی برکات کس قدر ہونگی۔ مقام ولایت کو سمجھ گئے کہ جب خدا آگ کی صورت میں متجلی ہو سکتا ہے تو بندے کی صورت میں کیوں نہیں ہو سکتا۔ بقیہ مضمون اگلے جمعے عرض کیا جائے گا۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

مقام ولایت

متعلقہ عرس داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

خطبہ جمعہ مورخہ 5/9/67 مطابق ۲۲ صفر ۱۳۸۷ھ بزبان پاک حضرت ابوالحقائق الحاج پیر سید **امانت علیشاہ** چشتی نظامی دامت برکاتہم العالیہ خطیب جامع مسجد شاہ کمال گنج شریف مغل پورہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ

أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ پ ۲۸ ع ۱۔

میرے بزرگانِ محترم! یہ وُہی آیۂ کریمہ ہے جو مسلسل اور متواتر ایک عرصہ سے تلاوت کی جا رہی ہے۔ اور اس آیۂ کریمہ میں سے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کے تحت بیان ہو رہا ہے۔ اس کا معنٰی ہر جمعہ بار بار بیان کرنے سے آپ کے اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا ہو گا وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وُہ اُن کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا میں نے پچھلے جمعے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے عرس شریف کے سلسلے میں آپ کی مدح اور مناقب بیان کئے تھے۔ اور مقامِ ولایت پر گفتگو کی تھی۔ چونکہ پچھلے جمعے کے بعد منگل اور بدھ کو حضرت داتا گنج بخشؒ کا عُرس منعقد ہوا۔ فقیر نے بھی حاضری دی۔ اور میرے ساتھ کئی دوستوں نے بھی آستانہ عالیہ پر حاضری دی۔ بیشمار مخلوق تھی جو آستانہ عالیہ پر عقیدت کے پھول چڑھانے کیلئے حاضر ہوئی تھی۔ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ حضور کے مزارِ اقدس تک پہنچنا نہایت مشکل اور دشوار تھا۔ زائرین کے جوش و خروش اور اُن کی محبت اور عقیدت ظاہر کر رہی تھی کہ کوئی اللہ والا انہیں یہاں کھینچ رہا ہے۔ اور یہ کشاں کشاں آ رہے ہیں۔ اُسی وقت سے میرے ذہن میں ایک مضمون ہے وُہ عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ میں نے بار بار عرض کیا ہے کہ ہر علم کے لئے ایک مدرسہ ہے جس علم کی کسی نے تربیت حاصل کرنا ہو اُس کیلئے مدرسہ موجود ہے۔ اُس کے لئے اُس مدرسے میں اُس فن کی اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم موجود ہے اگر کوئی فلسفی بننا چاہتا ہے تو اُس کیلئے بڑی بڑی ڈگریاں موجود ہیں۔ کئی لوگ بڑی بڑی سندیں

سندیں لیکر بڑے بڑے فلاسفر بنے۔ اب بھی فلسفہ پڑھایا جاتا ہے۔ اور بڑے بڑے فلسفی بن کر نکلتے ہیں۔ سائنس کیلئے ایک مدرسہ ہے اُس کے لئے کالج میں پروفیسر ہیں۔ کتابیں ہیں تجربہ گاہیں ہیں۔ وہ تجربے کرتے ہیں۔ اور جب وہ اپنے علم میں کمال کو پہنچتے ہیں تو اُنہیں سندیں حاصل ہوتی ہیں۔ اگر کوئی قانون پڑھنا چاہتا ہے تو اُس کیلئے قانون کا ایک مدرسہ ہے۔ اُس میں اُونچی اُونچی ڈگریاں موجود ہیں۔ کوئی مؤرخ، فقیہہ، محدث یا مفسر بننا چاہتا ہے۔ اُس کیلئے مدرسہ ہے۔ بہرحال علوم ظاہری کیلئے مدرسے ہیں۔ کالج ہیں یونیورسٹیاں ہیں۔ اور اُن مدرسوں سے پڑھ پڑھ کر طالب علم نکل رہے ہیں۔ اور اُنہیں طالب علموں میں سے کوئی سائنس کا ماسٹر ہے کوئی فلسفے کا ماسٹر ہے کوئی تاریخ کا۔ اور کوئی سائنس کا اُستاد ہے۔ کوئی کسی علم کا ماسٹر ہے کوئی کسی علم کا اُستاد ہے۔ اور اِس ظاہری علوم کے فارغ بڑے بڑے عالم، فاضل، محدث، فقیہہ اور مفسر موجود ہیں۔ تفقہ فی الدین رکھنے والے موجود ہیں۔ میرے دوستو عزیزو! علوم ظاہری میں جب کسی کو کمال حاصل ہوتا ہے اُس کالج سے سندیں ملتی ہیں۔ اور اُس کے علاوہ اُس علم کو پڑھانے کیلئے اُس علم کو پھیلانے کے لئے اُن میں سے اُستاد بن کر بھی آتے ہیں۔ لیکن جتنے یہ ظاہری علوم کے مدرسے ہیں اُن کیلئے ایک کالج ہے اور اُس کیلئے اُستاد اور طالب علموں کے پڑھنے کیلئے کتابوں کی ضرورت ہے۔ جب تک کالج نہ ہو۔ اُستاد نہ ہو۔ عمارت نہ ہو اُس میں تعلیم کا سامان موجود نہ ہو۔ تجربہ گاہ نہ ہو۔ سائنس کا سامان موجود نہ ہو کتابیں موجود نہ ہوں وہ علم اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتا۔ پھر کتابیں پڑھنے کیلئے اُستادوں کی ضرورت ہے۔ پھر کتابوں کے یاد

کرنے کی ضرورت ہے۔ امتحان دینے کی ضرورت ہے۔ پھر ڈگری حاصل ہوتی ہے۔
مگر میں اِس مقام پر آپ سے جو گفتگو کرنے والا ہوں وُہ یہ ہے کہ مدرسے بھی ہیں جن سے
طالب علم فارغ ہوکر بھی نکلے ہیں۔ اُن کو سندیں بھی ملی ہیں۔ اُن کو سرٹیفکیٹ بھی حاصل
ہوئے ہیں لیکن پڑھنے کیلئے نہ اُن کے پاس کتابیں ہیں نہ استاد ہیں نہ کالج اور
یونیورسٹیاں ہیں نہ اُن کو حفظ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اُنہیں پرچہ حل کرنے کی
ضرورت ہے۔ لیکن یاد رکھو اُن کی کتابیں بھی نرالی ہیں۔ اُستاد بھی نرالے ہیں۔ اُس کالج
کی عمارت بھی نرالی ہے سندیں بھی نرالی ہیں اور وُہ علم بھی نرالا ہے۔ اُس کیلئے حضرت
احمد جامؒ نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا ؎

"عشق را در مدرسہ تعلیم نیست ۔۔۔ ایں چنیں علمت بیانِ دیگر است

جب علم پڑھایا جاتا ہے اُس کی تعلیم دی جاتی ہے تو اُس کے تعلیم دینے کا طریقہ بھی نرالا ہے
قرآن پاک پڑھیئے اور اس مدرسہ کی تعلیم کا طریقہ دیکھیئے۔ مولا تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَاِذْ قَالَ
رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ الیٰ آخرہ پ ۱ ع ۴ الخ۔ مولا تعالیٰ نے فرشتوں کو خطاب فرمایا اور کہا کہ
میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں خطاب فرشتوں کی طرف ہے اور نیابت
کا اعلان ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ فرشتے ایک معصوم اور پاکیزہ مخلوق
موجود تھی وہ ایسی مخلوق ہیں جو نری اطاعت ہیں نافرمانی نام کو نہیں۔ اُن کی طرف خطاب
ہوتا ہے کہ میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں۔ ایسی پاک مخلوق کو گمان ہو سکتا تھا
کہ وُہ جو نائب بنایا جا رہا ہے وُہ ہم میں سے ہونا چاہیئے۔ ہم نری اطاعت ہیں۔ ہم ذات

کی تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں وہ نیابت کا حق ہمیں ملنا چاہیئے یہ اعلان سُن کر فرشتوں نے کہا کہ تو اپنا نائب تو بنائیگا مگر جس کو تو نائب بنانے والا ہے قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے کیا تو اُسے نائب بنائیگا جو زمین میں فساد کریگا خونریزی کریگا۔ اور ہم تیری تسبیح کرنے والے اور تقدیس کرنے والے ہیں جن سے انکار کا مقام ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم تھوڑے ہیں۔ ہماری تقدیس اور حمد و ثنا تو دیکھ۔ کیا تو وہ نائب بنائیگا جو زمین میں فساد اور خونریزی کریگا۔ آپ بھی اس مقام پر سوچ رہے ہونگے کہ خدا یہ کہے کہ میں اس کو نائب بنانے والا ہوں۔ مگر فرشتے کہیں کہ فساد کریگا۔ خون بہائیگا تیری تمجید اور تقدیس کیلئے ہم بہت ہیں معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے اُس وقت تک نیابت کو نہیں سمجھے۔ جب نیابت کا مقام سمجھانا چاہا تو اپنے اسماء سارے کے سارے آدم علیہ السلام کو تعلیم فرما دیئے عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا چھوٹا سا جملہ ہے۔ چھوٹی سی آیت ہے مگر معنی کے اعتبار سے سب سے بڑی ہے۔ تمام اسماء سکھا دیئے۔ جس زبان میں فرشتے حمد بیان کرتے تھے آخر اُس زبان میں بھی ذات کے کوئی نام ہوں گے۔ فرشتے بھی کوئی نام لے کر تسبیح کرتے ہونگے۔ جیسے ہم یا اللہ، یا رب یا رحمٰن یا رحیم کہیں تو ذات کی حمد اور تسبیح ہوتی ہے۔ اُس کی تقدیس ہوتی ہے ہم بھی تو اُس کا نام ہی لے کر حمد کرتے ہیں فرشتے بھی اُس کا کوئی نام لیتے ہونگے۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے فرمایا اے فرشتو! جس نام کی تم تسبیح کرتے ہو ان ناموں کا کمال اور اثر یہی ہو سکتا ہے کہ تم معصوم ہو پاک ہو۔ لیکن جس کو میں اپنا نائب بنانا چاہتا ہوں اُس کو وہ نام بھی بتانا چاہتا

ہوں اُس کو وُہ نام بھی بتانا چاہتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے ہو۔ آدم کو تمام اسماء سکھا دیئے
یعنی وُہ اسماء بھی سکھا دیئے جو فرشتوں کو معلوم نہ تھے۔ پھر آدم کو کہا کہ تُو اِن ناموں کو فرشتوں
کے سامنے رکھو۔ جب وُہ نام اُن کے سامنے رکھے گئے۔ تو فرشتوں نے کہا۔ وُہ پکار اُٹھے۔
قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۚ کہ تُو جو علم رکھتا ہے وہ ہمیں نہیں۔
آدم کو ذاتِ باری تعالیٰ نے وُہ علم عطا فرمادیا جو فرشتوں کو نہ تھا یعنی فرشتوں پر آدم
کی علمی برتری ثابت کردی اِس مقام پر میرے مضمون کا ایک حصّہ یہ ہے کہ وُہ کونسا
مدرسہ تھا جہاں سے یہ علم آدم کو سکھایا گیا۔ کونسی کتابیں تھیں۔ وہ کیسے تعلیم دیا گیا ہمارے
پڑھنے کیلئے کتابوں اور مدرسوں کی ضرورت ہے۔ مگر آدم کو تمام اسماء سکھا دیئے مگر کسی
کتاب، مدرسے اور اُستاد کا نام نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مدرسے بھی ہیں کہ مدرسوں کا
نام نہیں کتابوں کا نام نہیں اُستادوں کا نام نہیں مگر علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ پڑھائے
بھی اِس طرح جاتے ہیں کہ دیکھنے والا سمجھ ہی نہیں سکتا کہ یہ علم کب پڑھ رہے ہیں۔ کون
پڑھا رہا ہے۔ اور کس طرح پڑھا گیا۔ لیکن پڑھا دیا گیا۔ مَیں اِس کی مثال آپ کو پیش
کروں۔ ایک ایسا شخص دیکھو جو جاہلِ مطلق ہو قرآنِ پاک نہیں پڑھا ہوا ہے۔ اُس کو
کسی ایسے جن کا آسیب ہو گیا جو قرآن پڑھا ہوا ہے۔ تو جب جن کا القا ہوگا۔ یعنی اُسکی
صفات جن کی صفات میں بدلیں گی۔ تو نتیجہ یہ نکلیگا کہ وُہ قرآن پڑھا ہوا تو نہ تھا مگر
وُہ قرآن سامنے آتے ہی پڑھے گا۔ جن زدہ یا آسیب زدہ میں وہی علوم آجائیں گے
یعنی ایسا علم سوائے اِس کے نہیں پہنچ سکتا کہ علم والا خود اِس میں آجائے۔ فرشتوں نے

اِس مقام کو اِس لئے نہ سمجھا۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے فرمایا " اے فرشتو! میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں مگر فرشتے اِس نیابت کو نہ سمجھے۔ نیابت حقیقت میں کیا تھی۔ اگر اُس آسیب زدہ کو کہا جائے کہ یہ جن کا خلیفہ ہے جب یہ بولتا ہے تو جن بولتا ہے اِس لئے رُومیؒ نے اِس کو سمجھانے کیلئے فرمایا جیسے آپ نے بارہا سُنا ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ پر جب یہ مقام آیا تو فرمایا (سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ) یہ سُن کر مریدوں نے کہا کہ یہ دعویٰ تو سراسر کفر ہے۔ جب آپ مستی سے فارغ ہوئے۔ تو درویشوں نے کہا کہ آپ نے ایسا کلمہ کہا ہے جو شریعت کے خلاف ہے۔ اُس کیلئے کیا فتویٰ ہے۔ تو حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا یہ جملہ کہنے والا واجب القتل ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ پھر وہ وقت آیا وہ مقام آیا تو آپ نے ایسے ہی الفاظ کہے (لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ؕ) تو درویشوں نے چھریوں اور تلواروں کے وار شروع کر دیئے مگر چھری اور تلوار جسم پاک سے ایسے گذر جاتی جیسے ہوا سے گذر جائے۔ حیران رہ گئے پھر جب مستی سے فارغ ہوئے تو درویشوں نے کہا کہ آج پھر آپ نے ایسا کلمہ کہا ہے۔ تو فرمایا کہ تم نے پھر قتل کیوں نہ کر دیا۔ درویشوں نے کہا کہ ہم نے تو بہت کوشش کی مگر تلوار جسم پاک سے ہوا کی طرح نکل گئی۔ رُومیؒ نے مثال دے کر سمجھایا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ فرمایا ؎

چوں پری قادر شود بر آدمی — می برد از مرد وصف مردمی

تو اِس کا یہ معنی ہے کہ جب جن نے کسی پر غلبہ کیا تو دیکھنے میں عبداللہ نظر آیا مگر جن

کی صفات میں فنا ہو گیا۔ دیکھنے میں آدمی ہے مگر جب دیکھتا ہے تو جن دیکھتا ہے۔ بولتا ہے تو جن بولتا ہے۔ پکڑتا ہے تو جن پکڑتا ہے۔ چلتا پھرتا ہے تو جن چلتا پھرتا ہے۔ گویا تمام صفات جن کی ہو گئیں۔ کسی کالج میں سو برس بھی پڑھتا کہ وہ جن بن جائے مگر وہ جن نہیں بن سکتا تھا جن نے غلبہ کیا تو آن کی آن میں اُس کی صفات جن کی ہو گئیں گویا جن کو یہ علوم حاصل ہو جاتے ہیں تو قائم مقام خود ہو کر صفات بن جاتا ہے۔ جب یہ کہا کہ میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ تو اب خلافت کے مل جانے کے بعد.... کس کی خلافت، کس کی نیابت۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے فرمایا میری خلافت، میری نیابت۔ ذاتِ باری تعالیٰ کی نیابت اور خلافت مل جانے کے بعد کسی کو شک ہو سکتا ہے؟ اس کے دو مقام واضح طور پر قرآنِ پاک نے بیان کئے ہیں۔ فرشتوں کے سامنے جب آدمؑ نے علم رکھا تو انہوں نے کہا۔ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا پ ع خلافت دینے کے پہلے اعلان فرمایا تو فرشتوں نے اعتراض کیا مگر پھر جب مقامِ عطا فرما دیا تو فرشتوں نے اقرار کر لیا۔ اقرار کرنے کے بعد فرشتے اپنے مقام پر قائم رہے۔ اس کے بعد ایک اور مقام بیان فرمایا۔ فرمایا میں ایک بندہ مٹی سے بنانے والا ہوں۔ فرشتوں میں ابلیس بھی شامل ہے۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ میں مٹی سے ایک بندہ بنانیوالا ہوں۔ فرشتے نوری ہیں اور ابلیس ناری ہے مگر فرشتوں کا مقام حاصل کر چکا ہے۔ فرمایا جب اُس کو اس قابل بنا لیا اُس میں قابلیت رکھ لی اور میں نے اُس پر بے پردہ تجلی کی اُس میں اپنا نفخہ کیا۔ پہلے میں نے اُس

کو اس قابل بنا لیا کہ وُہ میری تجلی کو برداشت کر لے۔ جیسے ایک بلب بنانے والا کسی بلب کو ہزار واٹ کی طاقت بناتا ہے۔ لائن کیساتھ لگنے کی دیر کہ اُتنی بجلی اُس نے قبول کر لی۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے سَوَّیْتُہٗ کہہ کر یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ جب میرا جمال ظاہر ہو تو وُہ اُسے اپنے اندر لے لے۔ تو دیکھنے والے کہہ اُٹھیں گے۔ کہ یہ ٹھیک ہے جب میرے جلوے اس میں نظر آنے لگیں جب میری نیابت کا حق پورا کرتا نظر آئے تو اُس کو سجدہ کرنا ہوگا۔ تو فرشتے اِس مقام پر ہی سجدے میں گر گئے۔ جلوے دیکھنے کی دیر تھی سجدے میں گر گئے۔ اور مان گئے کہ یہ بڑی جلوہ گاہ ہے۔ کہا ہم تیری جلوہ گاہ کی طرف سجدہ کرنے والے ہیں۔ مگر تجلی کی استعداد دیکھ کر جمالِ الٰہی کا آنا اور اُس کا قبول کرنا دیکھ کر ایک وُہ تھا جس نے انکار کر دیا۔ تو اس کو حکم ہوا نکل جا تُو لعنتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اِن علوم کے حاصل کرنے والے جب اِس مدرسہ سے فارغ ہو کر مرتبے اور مقام لے کر آئے تو کوئی کہہ اُٹھا سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ۔ کوئی انا الحق پکار اُٹھا۔ اور کوئی لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ اِلَّا اللّٰہ۔ کہہ اُٹھا۔ تو ایک طبقہ وُہ ہے جو مان لیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اُس مدرسے کے تعلیم یافتہ ہیں۔ یہ تجلیوں کے حامل ہیں۔ ان کو یہ مقام ملا ہے کہ ذاتِ ان میں خود جلوہ گر ہو کر کہنے لگی کہ اِن کا بولنا میرا بولنا ہے۔ اِن کا سُننا میرا سُننا ہے۔ اِن کا پکڑنا میرا پکڑنا ہے اِن کا چلنا پھرنا میرا چلنا پھرنا ہے۔ اب جو جلوہ گر ہوا ہے وُہی بول رہا ہے غلطی کیوں کھا رہے ہو۔ سجدے میں گر جاؤ۔ نہ ماننے والا اُس وقت بھی ملعون ہوا۔ اور اب بھی

ملعون ہونگے۔ یہ علم کیسے پڑھایا جاتا ہے۔ کچھ مثالیں دوں۔ آج دنیا بھر میں ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ کہ سائنس کے کالج قائم کرو۔ اور سیارے بنانے کی کوشش کرو۔ خدارا ایسے مدرسے بھی قائم کرو جن میں یہ علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ کیا آپ کے سامنے ایسے علوم کے دار العلوم موجود نہیں ہیں؟ جب سینکڑوں لوگ اِن مدرسوں میں آ کر درس لیتے ہیں۔ آپ کے سامنے لاہور میں داتا صاحبؒ کی کتاب کشف المحجوب پڑھئے۔ آپ نے اُس زمانے میں رونا رویا ہے کہ بعض لوگ میری تصوف کی کتابیں چرا کر لے گئے۔ یہ سن پانچسو ہجری کی بات ہے کیا کروں اس کے سمجھنے والے بہت کم لوگ ہیں۔ آپ آج سے آٹھ سو برس پہلے فرما رہے ہیں۔ خواجہ حسن بصریؒ وعظ فرما رہے ہیں۔ کسی نے اعتراض کیا کہ آپ کا وعظ سمجھ میں نہیں آیا۔ تو فرمایا میں آپ کیلئے نہیں سُنا رہا۔ میں تو اُس ہستی کو سُنا رہا ہوں جو اِن صفوں میں لپٹی ہوئی ہے اُن صفوں میں حضرت رابعہ بصریؒ لپٹی پڑی تھیں۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے دریا پر مصلیٰ بچھا کر نماز ادا کی۔ اور حضرت رابعہ بصریؒ نے ہوا میں مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھ لی۔ بعد میں آپ کا مکالمہ یہ ہے کہ نہ تو پانی پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنا ولایت ہے اور نہ ہوا میں مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنا ولایت ہے۔ اگر کسی کو علوم ظاہری کے خزانے حاصل ہو جائیں اور وُہ بتا دے کہ یہاں لوہا ہے۔ یہاں مٹی کا تیل ہے۔ یہاں سونا ہے۔ یا وہ اپنے علم سے بتا دے کہ آج سے اتنے دن بعد یہ ہو جائیگا۔ یہ سب کچھ ہو سکتا ہے مگر ایک بات جو میں کہہ رہا ہوں یاد رکھنا۔ جس کی تلاش میں ولایت کے مقام آئے وُہ

کونسا مقام ہے۔ وہ علم معرفت ہے۔ یاد رکھنا بڑے سے بڑا فلسفی ہو سکتا ہے۔ سائنسدان ہو سکتا ہے۔ ایٹم تیار کر سکتا ہے۔ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ بڑے سے بڑا فقیہہ اور محدث ہو سکتا ہے۔ مگر یہ تمام علوم حاصل کرنے کے بعد بھی عارف نہیں ہو سکتا یہ علوم اور ہیں۔ اور معرفت الٰہی کا مقام اور ہے۔ خدا کی معرفت اور پہچان۔ ایک بات جو کہہ رہا ہوں یاد رکھنا۔ وہ یہ ہے کہ معرفت کے بغیر کوئی ولی نہیں ہو سکتا۔ اور پھر اگر معرفت کا مقام حاصل ہو جائے تو پھر اُس معرفت سے کوئی مقام باہر نہیں۔ میں نے پچھلے جمعے بھی عرض کیا تھا اب پھر کہہ رہا ہوں کان کھول کر سُنیئے۔ اِس جہان میں رہ کر خُدا کی معرفت حاصل کرنے والے لوگ بہت طبقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک وُہ ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ وہ بے صورت بے مثل ہے بے رنگ ہے۔ اور وُہ لوگ اِسے معرفت کا کمال درجہ سمجھتے ہیں اور تمام عمر اُسے بے صورت بے رنگ اور بے مثل سمجھ کر سجدے کرتے رہے بےصورتی کی بارگاہ میں سر جھکا کر کہتے رہے۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اسی بارگاہ میں یہ عرض کرتے ہیں کہ تو جہانوں کا پالنے والا ہے۔ تمام ذکر اذکار اور تسبیحیں اور تمام حمد و ثنا اُس بے رنگ اور بے صورت کیلئے ہے۔ میرے دوستو ہم نے تمام عمر اسی میں گزار دی۔ خُدا کی پہچان نہ ہی سمجھی۔ میں پھر توجہ دلاتا ہوں کہ جس کا معرفت کا معیار یہ ہو گیا اُس کا اول اور آخر نتیجہ یہی نہیں نکلتا ہے کہ اول بھی مایوسی اور آخر بھی مایوسی۔ کیونکہ بے رنگی اور بے صورتی کسی کو ملی ہے؟ یا مل سکتی ہے؟

ایسی معرفت رکھنے والا نہ منزل کو پہنچا ہے اور نہ پہنچ سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا اوّل بھی ناامیدی ہے اور آخر بھی ناامیدی ہے۔ جو اس معرفت کے حاصل کرنے میں کوشش کر رہے ہیں وہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اُن کو پتہ کب چلے گا۔ اُس وقت پتہ چلیگا۔ جب قیامت میں اعلان ہوگا کہ آؤ! جس کی زندگی میں تمہیں بشارت دی گئی تھی کہ پہچان لو۔ آج وُہ مسند آرا ہے آؤ پہچانو آج وہ تمہیں نظر آئیگا پہچانو۔ جب وہ دید کی مسند پر بیٹھے گا تو جو تمام عمر اسی کوشش میں رہے اور مر گئے کہ وہ بے رنگ اور بے صورت ہے تو قیامت میں بھی اُسی کوشش میں اُٹھے گا۔ تو بے رنگی اور بے صورتی کیا ملے گی؟ بے مثلی کیا ملے گی؟ تو وُہ اُس دن حیرت زدہ ہوں گے۔ کہ نہیں؟ جب دیکھیں گے تو وُہ کہیں گے کہ ہم سجدہ نہیں کریں گے۔ ہمارے سامنے بے رنگی اور بے صورتی آئے تو سجدہ کریں گے۔ کیونکہ قیامت کے دن جو نظر آئیگا وہ صورت ہی ہوگی۔ تو معلوم یہ ہوا کہ اُس وقت جب ہم پریشان ہوں گے تو پھر یہ موقع ملے گا؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر میرے دوستو! آج ہی یہ کمی پوری کر لو۔ میں نے ایک غزل لکھی ہے اُس کا ایک شعر ہے وُہ یاد رکھ لو ؎

کچھ نہیں اور تو اس دُنیا میں — زندگی دید کی فرصت ہی سہی

یہ زندگی جو ہمیں ملی ہے یہ دید کی فرصت ہی ہے۔ چنانچہ رُومی فرماتے ہیں ؎

آدمی دید است باقی پوست است
دید آں باشد کہ دید دوست است

دوست کون ہے؟ وُہ دوست ہے جس کی تلاش میں ہم سجدے کر رہے ہیں۔ تھوڑی سی

منزل میں جس کو ہم نے عیاں کر دیا۔ ہمیں اس منزل میں قدم رکھتے ہی جب ایک آواز سُنائی دی جس کی تلاش تھی اُسی نے آواز دی۔ اے مجھے تلاش کرنے والے مجھے سجدہ کرنے والے میری اس آواز کو سُن لے میں تیری رہبری کرنے والا ہوں (هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) میں اوّل ہوں۔ میں آخر ہوں۔ میں ظاہر ہوں۔ میں باطن ہوں۔ تو سجدہ کرنے والے نے کہا۔ کہ جب ظاہر و باطن وُہی ہے تو پھر میں دُور کیوں تلاش کروں۔ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ وہ کہہ رہا ہے میں ہی سُننے والا اور دیکھنے والا ہوں مگر تلاش کرنے والے اُسے بے رنگ تلاش کر رہے ہیں۔ وُہ تو کہتا ہے میں نے ہر شے کو احاطہ کیا ہوا ہے "وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ" مگر وُہ عرش پر تلاش کر رہے ہیں مایسا بھی کبھی ہوا ہے کہ ایسا جنگل ہے جسمیں کوئی رہبر نہیں راستہ بھول چکا ہے۔ اُس وقت کوئی آواز آتی ہے کہ جس کی تو تلاش کر رہا ہے وُہ تو تجھ میں ہے۔ تیرے سامنے ہی ہے۔ اُس نے ہر شے کو احاطہ کیا ہوا ہے۔ جدھر تم جاؤ وُہ تمہارے ساتھ ہے۔ وُہ تمہاری شاہ رگ سے بھی قریب ہے۔ کسی کو اگر یہ آواز رہبری کرتی ہوئی مل جائے۔ اور کوئی یہ کہتا ہوا مل جائے کہ آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ وُہ تو ظاہر باطن ہے۔ جن پر یہ آواز کام کر گئی جنہوں نے اس منزل میں قدم رکھ دیا۔ اُن کا پہلا قدم یہ تھا۔ وہ پہلا قدم رکھتے ہی سمجھے۔ کسی بزرگ نے خوب فرمایا ہے ؎

من نیم یار است از سر تا قدم　　　کُن بدیں گونہ تصور دم بدم

پالیا وُہ عرش پر سے پاؤں تک جاری وساری ہے۔ جس نے اپنے میں پالیا وُہ عرش پر
تلاش کرنے کیلئے جائیگا؟ وُہ ہرگز تلاش کرنے کیلئے نہیں جائیگا۔ میرے دوستو!
اپنے آپ کو پالو۔ اپنے آپ کو پہچان لو۔ تمہاری پہچان میں وُہ چھپا ہوا ہے۔ میں یہ
کہنا چاہتا تھا کہ کوئی ایسا مدرسہ ہے؟ جہاں یہ درس دیا جاتا ہو۔ آؤ تمہیں خدا کی
معرفت دلائیں جس کی تمہیں تلاش ہے اُس کو یہاں آکر پاؤ۔ ایسے مدرسوں کی
تلاش کرو جہاں ایسا درس دیا جاتا ہو۔ جس کا تصوّر اُسے اس طرح بنادے جیسے
کوئی آسیب زدہ ہو۔ قرب ومعیت کا تصوّر یہ ہوجائے جیسے آسیب زدہ ہو تو پھر
جس کا قرب ومعیت کا یہ تصور ہو جائے تو اُس کا علم خدا کا علم ہوگا۔ جیسے آسیب
زدہ کا علم جن کا علم ہوتا ہے۔ حضرت امام حسینؑ نے مرأۃ العارفین شریف میں لکھا
ہے۔ کہ جب کسی کو معرفت حاصل ہوجاتی ہے تو اُس کا علم ۔صفات اور ذات
اُسی کی ہوجاتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ؎

"وَتَزْعَمُ اَنَّكَ جِرْمٌ صَغِیْرٌ — وَفِیْكَ انْطَوٰی الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ"

تُو خیال کرتا ہے کہ میں چھوٹا سا کیڑا ہوں مگر تیرے اندر تو تمام جہان چھپا ہوا ہے۔
اگر اِس پر اپنا آپ کھُل جائے تو تمام کائنات کا علم ہوجائے تمام کائنات اِس میں موجود
ہے ایسے علم کے مدرسے تلاش کرو۔ اِن کالجوں سے یہ مقام حاصل نہیں ہوتے۔ اگر ہو
سکتے تو فرشتوں کو حاصل ہوجاتے یہ مقام درود وظائف اور ذکر سے حاصل نہیں
ہوسکتا۔ اگر ہوسکتا ہے تو کسی کے بتلانے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ معرفت کا درس

دینے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جو ولی اللہ ہیں اُن کو یہی مقام ملا ہے۔ جیسے آسیب زدہ میں اُسی کا اپنا کچھ نہیں رہتا۔ اسی طرح جو اللہ کے ہو جاتے ہیں تو اللہ اُن کا ہو جاتا ہے۔ قرب و معیت کا ظہور ہو جاتا ہے۔ آپ اولیا اللہ کی بارگاہوں میں جاتے ہیں تو میں یہی کہوں گا کہ آپ خدا کی بارگاہ میں جا رہے ہیں۔ وہاں جا کر پکارو جائز ہے۔ حاجتیں چاہو جائز ہے۔ کیونکہ وہاں وُہی وُہی ہے کہیں غیر حق نہیں۔ دُور۔ دُور سے خلقت آئی اور آکر اتنے درد اور مشکلیں سہیں ہر سال آتے ہیں اور مرادیں حاصل کرتے ہیں۔ آٹھ سو برس گذر گئے لوگ کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ آخر کوئی بات ہے۔ اولیا اللہ کے مزار خُدا کی بارگاہ ہیں۔ یاد رکھو اِس کے علاوہ میں نے شب قدر کے عنوان پر ایک تقریر شب قدر کی رات کو کی تھی یہ چھپ کر آ گئی ہے۔ یہ بھی ایک درس ہے۔ اِسے ضرور لیتے جائیں۔ آپ کے لئے ایک بے بہا سرمایہ ہے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

نیر رقم چشتی نظامی

(لاہور آرٹ پریس لاہور)